

مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم

فنِ تاریخ کا کام اتنا ہے کہ واقعات کو دیانت داری سے ٹھیک ٹھیک بیان کر دے۔ اس سے کیا نتائج نکلتے ہیں اور کسی فرد یا جماعت کا دینی یا دنیاوی مقام ان واقعات کی روشنی میں کیا ٹھہرتا ہے، یہ فنِ تاریخ کے موضوع سے الگ ایک چیز ہے جس کو فقہ التاریخ تو کہہ سکتے ہیں تاریخ نہیں۔

پھر عام دنیا کے افراد و رجال اور جماعتوں کے بارے میں فقہ التاریخ انھیں تاریخی واقعات پر مبنی ہوتا ہے اور فنِ تاریخ کا ہر واقف و ماہر ایسے نتائج اپنی فکر و نظر کے مطابق نکال سکتا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس معاملے میں عام دنیا کے افراد و رجال کی طرح نہیں کہ ان کے مقام کا فیصلہ نری تاریخ اور اس کے بیان کردہ حالات کے تابع کیا جائے۔ بلکہ صحابہ کرام ایک ایسے مقدس گروہ کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام اُمت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ایک واسطہ ہے اس واسطے کے بغیر نہ اُمت کو قرآن ہاتھ آ سکتا ہے، نہ قرآن کے وہ مضامین جن کو قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر چھوڑا ہے (لَتُبَيِّنَنَّ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔ تاکہ (اے پیغمبر) آپ ان کو کھول کر بیان کریں وہ کتاب جو ان کی طرف نازل ہوئی) (سورۃ النحل: ۴۴) نہ رسالت اور نہ اس کی تعلیمات کا کسی کو اس واسطے کے بغیر علم ہو سکتا ہے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھی آپ کی تعلیمات کو تمام دنیا اور اپنے زن و فرزند اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے والے آپ کے پیغام کو اپنی جانیں قربان کر کے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلانے والے ہیں۔ ان کی سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک جزو ہے۔ یہ عام دنیا کی طرح صرف کتب تاریخ سے نہیں پہچانے جاتے ہیں، ان کا اسلام اور شریعت اسلام میں ایک خاص مقام ہے۔

لیکن اس زمانے میں یورپ سے جو جدید اچھی بری چیزیں اسلامی ملکوں میں درآمد کر لی گئی ہیں ان میں ہر چیز کی تحقیق و تنقید بھی ہے۔ تحقیق و تنقید فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں، خود قرآن کریم نے اس کی طرف دعوت دی ہے وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا۔ (الفرقان: ۷۷) یعنی اللہ کے یہ صالح بندے اور نیک بندے آیات الہیہ پر اندھے بہروں کی طرح نہیں گر پڑتے کہ بے تحقیق جس طرح اور جو چاہیں عمل کرنے لگیں، بلکہ خوب سمجھ بوجھ کر بصیرت کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ لیکن اسلام نے ہر چیز ہر کام کے کچھ حدود مقرر کیے ہیں، ان کے دائرے

میں رہ کر جو کام کیا جائے وہ مقبول و مفید سمجھا جاتا ہے۔

افسوس ہے کہ اس زمانے کے بہت سے اہل قلم بھی اس نئے طرزِ تنقید سے متاثر ہو گئے۔ بغیر کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے بڑی بڑی شخصیتوں کو آزاد جرح و تنقید کا ہدف بنا لینا، ایک محقق ہونے کی علامت سمجھی جانے لگی ہے۔ اسلافِ اُمت اور ائمہ دین پر تو یہ مشقِ ستم بہت زمانے سے جاری تھی، اب بڑھتے بڑھتے صحابہ کرام تک بھی پہنچ گئی ہے۔ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہنے والے بہت سے اہل قلم نے اپنی تحقیق اور علمی توانائی کا بہترین مصرف اسی کو قرار دے لیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم شخصیتوں پر جرح و تنقید کی مشق کی جاوے۔

بعض حضرات نے ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور پورے بنو ہاشم کو ہدفِ تنقید بنا ڈالا اور دوسرے طبقے نے قلم اٹھایا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں بلکہ پورے خاندان پر اسی طرح کی جرح و تنقید سے کام لیا اور اس میں صحابہ کرام کے ادب و احترام تو کیا اسلام کے عادلانہ اور حکیمانہ ضابطہ تنقید کی بھی ساری حدود و قیود کو توڑ ڈالا۔ جس کے نتیجے میں نئی تعلیم پانے والے نوجوان جو علم دین اور آداب دین سے ناواقف، یورپ کی تہذیب کے دلدادہ ہیں، وہ ان دونوں سے متاثر ہوئے اور ان کے حلقوں میں صحابہ کرام پر زبان طعن دراز ہونے لگی۔ اور صحابہ کرام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمت کے درمیانی واسطہ ہیں اُن کو دنیا کے عام سیاسی لیڈروں کی صف میں دکھایا جانے لگا، جو اقتدار کی جنگ کرتے ہیں اور اپنے اپنے اقتدار کے لیے قوموں کو گمراہ اور تباہ کرتے ہیں۔ صحابہ کرام پر تہر اکرنے والے تو ایک گمراہ فرقہ کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں، جن کی باتوں سے عام مسلمان متاثر نہیں ہوتے بلکہ نفرت کرتے ہیں۔ مگر اب یہ فتنہ خود اہل سنت والجماعت کھلانے والے مسلمانوں میں پھوٹ پڑا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خدا نخواستہ اگر مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے اعتماد کو کھو بیٹھے تو پھر نہ قرآن پر اعتماد رہتا ہے، نہ حدیث پر، نہ دین اسلام کے کسی اصول پر۔ اس کا نتیجہ کھلی توہین، فحاشی، عریانی، حرام خوری، قتل و غارت گری اور باہمی جنگ و جدال مسلمانوں میں طوفانی رفتار سے بڑھ رہا ہے اور دشمنانِ اسلام کی ہر جگہ مسلمان پر یلغار ہے۔ اس وقت میں ان محققین، ناقدین نے گڑے مردے اکھاڑنے اور سوئے ہوئے فتنے بیدار کرنے کو اسلام کی بڑی خدمت کیوں سمجھا، اس بحث کو چھوڑ کر میں اس چیز کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں جو ان حضرات کے لیے مغالطہ کا سبب بنی۔ اور پھر ان کے عمل سے دوسرے لوگوں کے لیے بہت سے دینی مسائل میں مغالطوں کا ذریعہ بن گئی۔

بات یہ ہے کہ ان حضرات نے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیتوں کو بھی عام رجالِ اُمت کی طرح صرف تاریخی روایات کے آئینہ میں دیکھا اور تاریخ کی صحیح و سقیم روایات کے مجموعہ سے وہ جس نتیجہ پر پہنچے، وہ مقام ان مقدس شخصیتوں کے لیے تجویز کر لیا اور ان کے اعمال و افعال کو اسی دائرے میں رکھ کر پرکھا۔ قرآن و سنت کی نصوص اور اُمت کے اجماعی عقیدہ نے جو امتیاز صحابہ کرام کی ذات و شخصیات کو عطا کیا ہے وہ نظر انداز کر دیا گیا۔ وہ امتیازی خصوصیت

ماہنامہ ”نقیبِ ختم نبوت“ ملتان

دین و دانش

حضرات صحابہ کی یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان سب کے بارے میں ”رضی اللہ عنہم“ اور ان کا مقام جنت ہونے کا اعلان کر دیا اور جمہور اُمت نے ان کی ذات و شخصیات کو اپنی جرح و تنقید سے بالاتر قرار دیا۔

جن حضرات نے مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم (یعنی صحابہ کرام کے باہمی اختلافات) کے معاملے کو تاریخی روایات سے چکانے اور انہیں کی بنیاد پر ان کے فیصلے صادر کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے، ان کو مغالطہ یہیں سے لگا ہے کہ یہ تاریخی روایات جن کتابوں سے لی گئی ہیں ان کے مصنفین بڑے ثقہ علماء اور حدیث و تفسیر کے امام مانے گئے ہیں۔ اس پر غور نہیں کیا کہ وہ اس کتاب میں عقائد اور اعمال شرعیہ کی بحث لے کر نہیں بیٹھے بلکہ فن تاریخ کی کتاب لکھ رہے ہیں، جس میں صحیح و سقیم ہر طرح کی روایات بلا تنقید جمع کر دینے پر ہی اکتفا کرنے کا معمول، معلوم و معروف ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ان سے عقیدہ یا عمل کا مسئلہ ثابت کرنا چاہے تو روایت اور راوی کی محدثانہ تنقید و تحقیق اس کی اپنی ذمہ داری ہے۔ وہ ائمہ ان اس سے بری ہیں۔ علماء محققین نے اس کو پوری طرح واضح کر دیا کہ عقائد و اعمال شرعیہ کے معاملے میں تاریخی روایات جو عموماً صحیح و سقیم، معتبر و غیر معتبر کا مخلوط مجموعہ ہوتی ہیں، ان کو نہ کسی مسئلہ کی سند میں پیش کیا جاسکتا ہے نہ بلا تحقیق محدثانہ، ان سے استدلال کر کے کوئی مسئلہ شرعیہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مشاجرات صحابہ کا مسئلہ کوئی عام تاریخی مسئلہ ہے یا احکام شرعیہ کا ایک اہم باب۔ پوری اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کی معرفت، ان کے درجات اور ان میں پیش آنے والے باہمی اختلافات کا فیصلہ کوئی عام تاریخی مسئلہ نہیں بلکہ معرفت صحابہ تو علم حدیث کا اہم جز ہے اور صحابہ کے مقام اور باہمی تفاضل و درجات ان کے درمیان پیش آنے والے اختلافات کے فیصلے کو علمائے اُمت نے عقیدے کا مسئلہ قرار دیا ہے۔

اب تک (سابقہ تحریر میں) اتنی بات واضح ہو چکی ہے کہ صحابہ کرام جس مقدس گروہ کا نام ہے وہ اُمت کے عام افراد و رجال کی طرح نہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمت کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام اور عام اُمت سے امتیاز رکھتے ہیں۔ یہ مقام و امتیاز ان کو قرآن و سنت کی نصوص و تصریحات کا عطا کیا ہوا ہے اور اسی لیے اس پر اُمت کا اجماع ہے۔ اس کو تاریخ کی صحیح و سقیم روایات کے انبار میں گم نہیں کیا جاسکتا، اگر کوئی روایت ذخیرہ حدیث میں بھی ان کے اس مقام اور شان کو مجروح کرتی ہو تو وہ بھی قرآن و سنت کی نصوص صریحہ اور اجماع اُمت کے مقابلہ میں متروک ہوگی۔ تاریخی روایات کا تو کہنا ہی کیا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان نفوس قدسیہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

(۱) مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ. (الفق)

ترجمہ: ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں تیز ہیں

ماہنامہ ”نقیبِ نبوت“ ملتان

دین و دانش

اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں، ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔“

عام مفسرین اور امام قرطبی وغیرہ نے فرمایا کہ وَالَّذِينَ مَعَهُ عام ہے، اس میں تمام صحابہ کرام کی پوری جماعت داخل ہے اور اس میں تمام صحابہ کرام کی تعدیل ان کا تذکرہ اور ان پر مدح و ثناء خود مالک کائنات کی طرف سے آئی ہے۔

ابوہریرہ زبیری کہتے ہیں کہ ہم ایک روز حضرت امام مالک کی مجلس میں تھے، لوگوں نے ایک شخص کا ذکر کیا جو بعض صحابہ کرام کو برا کہتا تھا۔ امام مالک نے یہ آیت لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تک تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ جس شخص کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں کسی کے متعلق غیظ ہو، وہ اس آیت کی زد میں ہے۔ یعنی اس کا ایمان خطرہ میں ہے کیونکہ آیت میں کسی صحابی سے غیظ کفار کی علامت قرار دی گئی ہے۔

(۲) سورہ حشر میں حق تعالیٰ نے عہد رسالت کے تمام موجود اور آئندہ آنے والے مسلمانوں کا تین طبقے کر کے ذکر کیا ہے۔

پہلا مہاجرین کا۔ جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا:

أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ یعنی یہی لوگ سچے ہیں۔

دوسرا انصار کا۔ جن کی صفات و فضائل ذکر کرنے کے بعد قرآن کریم نے فرمایا:

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو مہاجرین اور انصار کے بعد قیامت تک آنے والا ہے، ان کے بارے میں فرمایا:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا. (الحشر)

”اور وہ لوگ جو بعد میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری بھی مغفرت فرما اور ہمارے ان

بھائیوں کی بھی ہم سے پہلے ایمان لانے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں سے کوئی بغض نہ کرنا۔“

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب مہاجرین و انصار صحابہ کے لیے استغفار کرنے کا حکم سب مسلمانوں کو دیا ہے اور یہ حکم اس حال میں دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی معلوم تھا کہ ان کے باہم جنگ و مقاتلہ بھی ہوگا، علماء نے فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے بعد اسلام میں اس شخص کا کوئی مقام نہیں جو صحابہ کرام سے محبت نہ رکھے اور ان کے لیے دعا نہ کرے۔

(۳) وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ

ماہنامہ ”نقیبِ ختم نبوت“ ملتان

دین و دانش

أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ. (الحجرات)

ترجمہ: ”لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب کر دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین بنا دیا اور کفر، فسق اور نافرمانی کو تمہارے لیے مکروہ بنا دیا۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل اور نعمت سے ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔“

اس آیت میں بلا استثناء تمام صحابہ کرام کے لیے یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر و فسق اور گناہوں کی نفرت ڈال دی ہے۔ اس جگہ فضائل صحابہ کی سب آیات پیش نظر نہیں بلکہ ایک دو آیات کو ذکر کر کے ان کے مقام اور مرتبہ، ان کا مقبول عند اللہ ہونا، اللہ تعالیٰ کا ان سے راضی ہونا اور ابدی جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا ثابت کرنا ہے۔

اسی طرح جن احادیث نبویہ میں جماعت صحابہ کے فضائل و خصوصیات کا ذکر ہے وہ چند روایات لکھی جاتی ہیں۔
(۱) صحیحین اور ابوداؤد، ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدًّا أَحَدِهِمْ وَلَا نِصْفًا.

ترجمہ: ”میرے صحابہ کو برا نہ کہو، کیونکہ تم میں سے کوئی آدمی اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابی کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد کی برابر بھی نہیں ہو سکتا۔“ (جمع الفوائد)

”مُد“ عرب کا ایک پیمان ہے جو وزن کے لحاظ سے آج کل کے مروج تقریباً ایک سیر کے برابر ہوتا ہے۔ اس حدیث نے بتلایا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و صحبت وہ نعمت عظیمہ ہے جس کی برکت سے صحابی کا ایک عمل دوسرے کے مقابلے میں وہ نسبت رکھتا ہے کہ ان کا ایک سیر بلکہ آدھا سیر دوسرے کے پہاڑ برابر وزن سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، ان کے اعمال کو دوسروں کے اعمال پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

اس حدیث کے شروع میں جو یہ ارشاد ہے لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي یعنی میرے صحابہ پر سب نہ کرو۔ لفظ سب کا ترجمہ اردو میں عموماً گالی دینا کیا جاتا ہے، جو اس لفظ کا صحیح ترجمہ نہیں کیونکہ گالی کا لفظ اردو زبان میں فحش کلام کے لیے آتا ہے۔ حالانکہ لفظ سب عربی زبان میں اس سے زیادہ عام ہے، ہر اس کلام کو عربی میں سب کہا جاتا ہے جس سے کسی کی تنقیص، توہین یا دل آزاری ہوتی ہو۔ گالی کے لیے ٹھٹھ لفظ عربی میں شتم آتا ہے۔

(۲) ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسْبُونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ. (جمع الفوائد، ص: ۴۹۱، ج: ۲)

ترجمہ: ”جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم ان سے کہو خدا کی لعنت ہے اس پر جو تم دونوں یعنی صحابہ اور تم سے بدتر ہیں۔“

ماہنامہ ”نقیبِ نبوت“ ملتان

دین و دانش

طاہر ہے کہ صحابہ کرام کے مقابلے میں بدتر وہی ہے جو ان کو برا کہنے والا ہے، اس حدیث میں صحابہ کو برا کہنے والا مستحق لعنت قرار دیا گیا ہے۔

مذکورہ صدر آیات و احادیث میں صرف یہی نہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور ان کو رضوان الہی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے بلکہ اُمت کو ان کے ادب و احترام اور ان کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے، ان میں سے کسی کو بُرا کہنے پر سخت وعید بھی فرمائی ہے۔

اُمت محمدیہ علیٰ صحبہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا ہمیشہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اسی اصول پر اجماع و اتفاق رہا ہے، جو اوپر کتاب و سنت کی نصوص سے ثابت کیا گیا ہے۔

(۱) امام احمد کا اپنا ایک رسالہ اصطخری کی روایت سے منقول ہے، اس میں فرمایا:

لا يجوز لاحد ان يذكر شيئا من مساويهم و لا ان يظعن على احد منهم بعيب و لا نقص فمن فعل ذلك و جب تأديبه و قال الميموني سمعت احمد يقول ما لهم و معاويه نسأل الله العافية و قال لي يا ابا الحسن اذ رأيت احدا يذكر اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بسوء فاتهمه على الاسلام. (ذكره ابن تيميني في الصارم المسلول)

ترجمہ: کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ ان کی کوئی برائی ذکر کرے، اور ان پر کسی عیب یا نقص کا الزام لگائے جو شخص ایسا کرے، اس کی تادیب واجب ہے اور ميموني فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ حضرت معاویہ کی برائی کرتے ہیں، ہم اللہ سے عافیت کے طلب گار ہیں اور پھر مجھ سے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کا ذکر برائی کے ساتھ کر رہا ہے، اس کے اسلام کو مشکوک سمجھو۔

(۲) امام نووی (شارح مسلم) نے اپنی کتاب ”تقریب“ میں فرمایا:

الصحابه كلم عدول من لا بس الفتن و غيرهم باجماع من يعتد به.

ترجمہ: ”صحابہ سب کے سب عدول ہیں، جو اختلافات کے فتنہ میں مبتلا ہوئے وہ بھی اور دوسرے بھی۔“

(۳) علامہ سیوطی نے اسی ”تقریب“ کی شرح ”تدريب الراوي“ میں فرمایا:

”ان سب حضرات کا تعذیل و تنقید سے بالاتر ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ حضرات حاملانِ شریعت ہیں، اگر ان کی

عدالت مشکوک ہو جائے تو شریعت محمدیہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک ہی محدود ہو کر رہ جائے۔“

(۴) امام ابو زرہ عراقي جو امام مسلم کے اساتذہ میں سے ہیں، ان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

اذا رأيت الرجل ينقص احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم أنه